12.6.72

جلد ۱۳ — شہادت ۱۳۵۱ ہش — شمارہ ۴

اپریل ۱۹۷۲ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماهنامہ انصار اللہ ربوہ

شہادت ۱۳۵۱ ہش

صفر ۱۳۹۲ ہجری اپریل ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

چندہ سالانہ: آٹھ روپے

فی پرچہ: پچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۳ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۴

شہادت ۱۳۵۱ ہش

منافقین کی علامات اور ان کے بعض مخصوص ہتھکنڈے

نفاق اور اس کے ہلاکت آفریں اثرات سے بچنے اور محفوظ رہنے کا اصل طریق

منافقین کی علامات بیان کرنے سے قبل اِس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ نفاق سے کیا مراد ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ نفاق کفر ہی کا ایک نیا بہروپ ہوتا ہے جس کے زیرِ اثر ایک منافق زبان سے تو اپنے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن دل اُس کا حقیقی ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ اسی لئے ظاہرداری کی رعایت کے سوا عمل اُس کا فی الاصل مومنوں والا نہیں ہوتا۔ ایمان کی انقلاب انگیز تاثیرات کے تحت ایک حقیقی مومن جن امتیازی اوصاف سے متّصف ہوتا ہے وہ اوصاف ایمان کے ظاہری دعوے کے باوجود ایک منافق میں نہیں پائے جاتے بلکہ اِس کے برعکس وہ برائیاں اُس میں بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہیں جنہیں اوصافِ مومنین کی ضد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اُس کی یہ برائیاں ہی ایک منافق کی علامات کا کام دیتی ہیں۔ اِس نقطۂ نگاہ کے تحت اگر ہم قرآن مجید پر غور کریں تو اِن میں مومنین کی جتنی صفات بیان ہوئی ہیں اُن کے برعکس اُن کی ضد کے طور پر اتنی ہی برائیاں یا بالفاظ دیگر اتنی ہی علامات منافقین کی گنوائی گئی ہیں۔ اب چونکہ صفاتِ مومنین ایک دو نہیں بلکہ بہت سی ہیں۔ لہٰذا اِن کے بالمقابل منافقین کی برائیاں بھی اتنی ہی زیادہ ہیں۔ اِس لحاظ سے ذیل میں مومنوں کی چند موٹی موٹی صفات اور اُن کے بالمقابل منافقین میں پائی جانے والی برائیاں یا موٹی موٹی علامات درج کی جاتی ہیں۔

(۱) منافقین کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں جبکہ ہمیشہ سچ بولنا مومنوں کا خصوصی شعار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (سورۃ الحجرات آیت ۱۶) یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں سچے ہیں۔ اس کے بالمقابل منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (سورۃ المنافقون آیت ۲) یقیناً منافق جھوٹ بولنے والے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے جھوٹی قسمیں کھاتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ المنافقون آیت ۳) یعنی اے رسول! منافقوں نے اپنی قسموں کو تیری گرفت سے بچنے کے لئے ڈھال بنا لیا ہے اور وہ اس طرح جھوٹی قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافق کی ایک علامت یہ بیان فرمائی اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ یعنی وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

(۲) منافقین کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ نمازوں سے جی چراتے ہیں۔ نماز پڑھنی انہیں دوبھر معلوم ہوتی ہے اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو محض دکھاوے کے لئے جبکہ مومن نمازوں کی ادائیگی کے لئے خاص تعہد سے کام لیتے ہیں۔ اور بہت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (سورۃ المومنون آیت ۱۰) مومن اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ نیز مزید فرماتا ہے۔ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (سورۃ المومنون آیت ۳) مومن اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ (النساء آیت ۱۴۳) جب منافق نماز کی طرف جانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ بھی اس لئے کہ لوگوں کو دکھائیں کہ وہ نمازی ہیں۔

(۳) منافقین کی تیسری علامت یہ ہے کہ وہ اول تو ذکرِ الٰہی کرتے ہی نہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو بہت کم جبکہ مومن ہر وقت اور ہر آن ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران آیت ۱۹۲) مومن کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بالمقابل منافقین کے متعلق فرماتا ہے۔ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ۔ (النساء آیت ۱۴۴) منافقین اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں ان کی حالت یادِ الٰہی اور غفلت کے بین بین ہوتی ہے۔

(۴) منافقین کی چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہوئے دل میں سخت تنگی محسوس

کرتے ہیں جبکہ مومن ہر حال میں دل کھول کر اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (آل عمران آیت ۱۳۵) یعنی وہ خوشحالی میں بھی اور تنگ دستی میں بھی ہر حال میں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کے بالمقابل منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (التوبہ آیات ۷۵، ۷۶) ان منافقوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو اللہ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ اپنے فضل سے ہمیں کچھ دے گا تو ہم ضرور اس کی راہ میں صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک بن جائیں گے لیکن جب خدا نے اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو انہوں نے اُس کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کیا اور روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لی۔ نیز فرماتا ہے وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (التوبہ آیت ۵۴) یعنی منافقوں میں سے جو لوگ خدا کی راہ میں خرچ کرتے بھی ہیں تو ہنسی خوشی نہیں بلکہ بہت بے دلی اور کراہت کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

(۵) منافقین کی پانچویں علامت یہ ہے کہ وہ اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال نہیں رکھتے۔ امانت میں خیانت اور بدعہدی ان کا شیوہ ہوتا ہے جبکہ مومن امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے عہد سے کبھی اور کسی حال میں بھی نہیں پھرتے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون آیت ۹) مومن اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا پورا پورا پاس کرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ منافقوں کی بدعہدی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (التوبہ آیت ۷۵) وہ عہد سے پھر جاتے ہیں اور روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ اسی لئے منافق کی علامتیں بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ یعنی منافق کی علامت یہ ہے کہ جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب کوئی عہد کرے تو اس سے پھر جائے۔

(۶) منافقین کی چھٹی علامت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں کی ترغیب دیتے ہیں اور نیکیاں بجالانے سے روکتے ہیں جبکہ مومنوں کا امتیازی نشان ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیاں بجالانے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور انہیں برائیوں میں ملوث ہونے سے منع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ ع ۱۷) مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ

اسی سورۃ میں منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (التوبہ ۶۷) یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے روکتے ہیں۔

(۷) **منافقین کی ساتویں علامت** یہ ہے کہ وہ اصلاح کے پردہ میں فساد پھیلانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں جبکہ مومنوں کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ فساد کا خیال بھی ان کے دل میں جگہ نہیں پا سکتا اور اگر کبھی کوئی فساد رونما ہو تو وہ اسے مٹا کر ہی دم لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام آیت ۸۲) یعنی جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا انہی کے لئے امن مقدر ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ اس کے بالمقابل منافقوں کے متعلق فرماتا ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰـكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۲-۱۳) اور جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ کان کھول کر سنو! یہی لوگ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں مگر وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

منافق یوں تو پرلے درجے کا جھوٹا ہوتا ہے۔ نماز دل سے جی چراتا ہے، ذکر الٰہی کی طرف راغب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا اسے دوبھر معلوم ہوتا ہے، حد درجہ کا بد دیانت اور بدعہد ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس کی سب سے بڑی علامت جس کے بعد اس کے پکا منافق ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا یہی ہوتی ہے کہ وہ اصلاح کے نام پر فتنہ برپا کرنے اور فساد پھیلانے میں لگا رہتا ہے۔ اس سے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور انہیں راہ حق سے بھٹکا دیا جائے۔ اصلاح کے نام پر فساد پھیلانے اور فتنہ برپا کرنے کے لئے وہ جو جو حربے استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں منافقین نے جو فتنے برپا کئے ان پر روشنی ڈال کر ان کے ہتھکنڈوں کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور اس طرح یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ منافقین ہر زمانہ میں یہی ہتھکنڈے اختیار کر کے مومنوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں راہ حق سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں اور ناکامی و نامرادی کی حالت میں ذلت کی موت مر کر خس کم جہاں پاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کے جن ہتھکنڈوں کا ذکر کیا ہے اور جن میں سے ہر ہتھکنڈا ان کی ایک علامت کی حیثیت رکھتا ہے خلاصۃً یہ ہیں:-

(۱) مومنوں کے باہمی اتحاد کے مرکزی نقطے یعنی امام وقت اور اس کے قائم کردہ نظام کے فیصلوں اور طریق عمل پر اعتراضات

(۲) مقدس و مطہر وجودوں پر ناپاک اتہامات لگاکر مومنوں کی عقیدت کو ٹھیس پہنچانے کی انتہائی قابلِ نفرین جسارت

(۳) مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑانے اور ان کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش

(۴) قومی خطا کاروں کی پیٹھ ٹھونک کر ان کی حوصلہ افزائی۔

(۵) افتراق پھیلانے والی مساعی کو منظم کرنے والے خفیہ مراکز کا قیام

(۶) مسلمانوں کو مالی و جانی قربانیوں سے باز رکھنے کے منصوبے۔

(۷) مالی وجانی قربانیاں پیش کرنے والوں کے ساتھ استہزا کا سلوک۔

(۸) مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر کے دشمن کو خفیہ اطلاعات بھجواتے کا سلسلہ

(۹) دشمنوں کو مسلمانوں کے خلاف فتنہ و فساد برپا کرنے پر اکسانا۔

(۱۰) عین ایسے موقعہ پر جبکہ مسلمان کسی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہوں صریحاً غداری کر کے انہیں زک پہنچانے کی انتہائی خطرناک روش۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کی ان سب علامات کو مثالیں دے دے کر اچھی طرح واضح فرمایا ہے تاکہ مومن ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اپنا ایمان نہ گنوا بیٹھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ نفاق کی علامات سے اچھی طرح آگاہ ہو کر ان سے بچنے کی اسی طرح کوشش کرے جس طرح صحابہ کرامؓ ان سے بچنے کی فکر رکھتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ رو رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو کہا اس لئے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ان کا شبہ تھا گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا شبہ دُور کر کے ان کی تسلی کرا دی کہ ان میں نفاق کی کوئی علامت نہیں ہے۔ تاہم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نفاق اور دو رنگی سے کس قدر ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔ اِس کا علاج ایک ہی ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا۔ اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی ہمیشہ دعا کرو خدا تعالیٰ اِس (دو رنگی) سے بچا دے (یاد رکھو) جو انسان داخلِ سلسلہ ہو کر پھر بھی دو رنگی اختیار کرتا ہے وہ اِس سلسلہ سے دُور رہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۷۴)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں منافقین کی علامتوں سے اچھی طرح باخبر ہو کر نفاق اور دورنگی سے اسی تعہد اور فکرمندی کے ساتھ بچنے کی توفیق عطا فرمائے جس تعہد اور فکرمندی سے صحابہ کرامؓ نفاق اور دورنگی کے خفیف سے خفیف آثار سے بچنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تاکہ ہمیشہ ہی عنداللہ حقیقی مومنوں میں ہمارا شمار ہو اور ہم منافقوں اور خدا اور رسول کے چھپے ہوئے دشمنوں میں شمار ہو کر اسفل السافلین کے مستحق نہ ٹھہریں۔

منافقوں کی چالوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"منظم جماعتوں میں منافقوں کا گروہ ضرور ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تنظیم نہ ہو تو منافقت کرنے کی ضرورت کم ہی ہوتی ہے ..... جماعت احمدیہ چونکہ ایک منظم جماعت ہے اسے اس خطرہ کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے منافقوں کا وجود اس میں پایا جانا اس کی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ اس کی تنظیم کا ثبوت ہے۔ ہاں ضرورت اِس امر کی ہے کہ وہ منافقوں کی چالوں کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں سمجھے اور انہیں مدِنظر رکھ کر منافقوں کو پہچانے اور ان سے وہی معاملہ کرے جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے اور ان کے ہتھکنڈوں میں نہ آئے کہ وہ شیطان کی طرح خیرخواہ بن کر ہی حملے کیا کرتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل جزو اوّل صفحہ ۱۷۶)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یقیناً یاد رکھو کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہے

منافق میں شجاعت اور قوت فیصلہ نہیں ہوتی، وہ چھپاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" اللہ تعالےٰ منافقوں کی نسبت فرماتا ہے :-

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء آیت ۱۴۶)

(منافق یقیناً جہنّم کی گہرائی کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے)

یقیناً یاد رکھو کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ کافر میں شجاعت اور قوتِ فیصلہ تو ہوتی ہے وہ دلیری کے ساتھ اپنی مخالفت کا اظہار کر دیتا ہے مگر منافق میں شجاعت اور قوتِ فیصلہ نہیں ہوتی، وہ چھپاتا ہے ....

جبکہ حقیقی نیکی اور رضاء الٰہی کا حصول ان باتوں (یعنی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) کے بغیر ممکن ہی نہیں تو پھر نری لاف گزاف سے کیا ہو سکتا ہے صحابہ رضی کا یہ حال تھا کہ ان میں سے مثلاً ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ قدم اور صدق تھا کہ سارا مال ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ اس کی وجہ کیا تھی ؟ یہ کہ خدا تعالےٰ کے لئے زندگی وقف کر چکے تھے اور انہوں نے اپنا کچھ بھی نہ رکھا تھا۔ مومن کی بھلائی کے دن بھلے آتے ہیں تو

ایسے موقعوں پر جبکہ اس کو کچھ خرچ کرنا پڑے خوش ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ جو ہر صدق وصفا کے جو اب تک چھپے ہوئے تھے ظاہر ہوں گے ۔ برخلاف اس کے منافق ڈرتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اب اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔

یہ قبرستان کا امر بھی اسی قسم کا ہے مومن اس سے خوش ہوں گے اور منافقوں کا نفاق اس سے ظاہر ہو جائے گا ۔میں نے اس امر کو جب تک تواتر سے مجھ پر نہ کھلا پیش نہیں کیا ۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ آخر ہم سب مرنے والے ہیں ۔ اب غور کرو جو لوگ اپنے بعد اموال چھوڑ جاتے ہیں وہ اموال ان کی اولاد کے قبضہ میں آتے ہیں ۔ مرنے کے بعد انہیں کیا معلوم کہ اولاد کیسی ہو؟ بعض اوقات اولاد ایسی شریر اور فاسق فاجر نکلتی ہے کہ وہ سارا مال شراب خانوں اور زناکاری میں اور ہر قسم کے فسق و فجور میں تباہ کیا جاتا ہے اور اس طرح پر وہ مال بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے اور چھوڑنے والے پر عذاب کا موجب ہو جاتا ہے ۔ جبکہ یہ حالت ہے تو پھر کیوں تم اپنے اموال کو ایسے موقع پر خرچ نہ کرو جو تمہارے لئے ثواب اور فائدہ کا باعث ہو اور اس کی یہی صورت ہے کہ تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہو اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہے تو اس بدی کا تدارک ہو جائے گا جو اس مال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہو یعنی جو بری اولاد کرتی ہے (اس کا تدارک ہو جائے گا)

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے یہ سچ ہے کہ دولتمند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے ۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کرو۔

یقیناً یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک وہی مومن اور بیعت میں داخل ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لے جیسا کہ وہ بیعت کرتے وقت کہتا ہے۔ اگر دنیا کی اغراض کو مقدم کرتا ہے تو وہ اس اقرار کو توڑتا ہے اور خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ مجرم ٹھہرتا ہے پس اسی غرض سے یہ اشتہار (الوصیت) مَیں نے خدا تعالےٰ کے اِذن سے دیا ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ سالِ دیگر را کہ مے داند حساب۔ لیکن جبکہ خدا تعالےٰ کی متواتر وحی نے مجھ پر کھولا کہ وقت قریب ہے اور اجل مقدر کا الہام ہوا تو میں نے اللہ تعالےٰ ہی کے اشارہ سے یہ اشتہار دیا کہ تا آئندہ کے لئے اشاعتِ دین کا سامان ہو اور تا لوگوں کو معلوم ہو کہ اٰمَنَّا و صدَّقنا کہنے والوں کی عملی حالت کیا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جب تک انسان کی عملی حالت درست نہ ہو زبان کچھ چیز نہیں۔ یہ نری لاف گزاف ہے۔ زبان تک جو ایمان رہتا ہے اور دل میں داخل ہو کر اپنا اثر عملی حالت پر نہیں ڈالتا وہ منافق کا ایمان ہے۔ سچا ایمان وہی ہے جو دل میں داخل ہو اور اس کے اعمال کو اپنے اثر سے رنگین کر دے۔ سچا ایمان ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال تو مال جان تک دے دی اور اس کی پرواہ بھی نہ کی۔ جان سے بڑھ کر اَور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ مگر صحابہؓ نے اسے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی یا بچے یتیم رہ جائیں گے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اسی آرزو میں رہتے کہ خُدا تعالیٰ کی راہ میں ہماری زندگیاں قُربان ہوں۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحات ۲۹۳ تا ۲۹۶)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

غَمَرَتْ اَيَادِى اللهِ وَجْهَ رَجَائِىْ

(خدا کی نعمتوں نے میری خواہش کے منہ کو ڈھانپ دیا ہے۔)

نُفِدَتْ مُرَادَاتِىْ بِزَمَنٍ لَذَاذَةٍ ۔۔۔ فَوَجَدْتُهَا فِىْ فُرْقَةٍ وَصِلَاءِ

جوانی کے زمانہ سے میرے نفس کی خواہشات ختم ہو گئیں۔ پھر میں نے ان کو جدائی اور سوز کے دقتوں میں پایا

لَوْلَا مِنَ الرَّحْمٰنِ مِصْبَاحُ الْهُدٰى ۔۔۔ كَانَتْ زُجَاجَتُنَا بِغَيْرِ صَفَاءِ

اگر رحم کرنے والے خدا کی طرف سے ہدایت کا چراغ نہ ہوتا تو ہمارا لیمپ بے صفائی کے رہ جاتا۔

اِنِّىْ اَرٰى فَضْلَ الْكَرِيْمِ اَحَاطَنِىْ ۔۔۔ فِى النَّشْأَةِ الْاُخْرٰى وَفِى الْاِبْدَاءِ

میں دیکھتا ہوں کہ خدائے کریم کے فضل نے ابتدائی زندگی میں اور دوسری زندگی میں میرا احاطہ کیا ہے

اللهُ اَعْطَانِىْ حَدَائِقَ عِلْمِهٖ ۔۔۔ لَوْلَا الْعِنَايَةُ كُنْتُ كَالسُّفَهَاءِ

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے علم کے باغ دیئے ہیں۔ اگر یہ عنایت نہ ہوتی تو میں نادان کی طرح ہوتا

وَقَدِ اقْتَضَتْ زَفَرَاتُ مَرْضٰى مَقْدَمِىْ ۔۔۔ فَحَضَرْتُ حَمَّالًا كُئُوْسَ شِفَاءِ

مریضوں کی چیخوں نے میرے آنے کا تقاضا کیا۔ پس میں شفا کے پیالے اٹھا کر پہنچ گیا۔

اللهُ خَلَّاقِىْ وَمُهْجَةُ مُهْجَتِىْ ۔۔۔ حِبٌّ فَدَتْهُ النَّفْسُ كُلَّ فِدَاءِ

اللہ ہی میرا خالق اور میری جان کی جان ہے۔ وہ ایسا محبوب دوست ہے کہ میری جان پورے طور پر اس پر فدا ہو جائے

وَمَا بَقِىَ فِىْ قَلْبِىْ سِوَاهُ تَصَوُّرٌ ۔۔۔ غَمَرَتْ اَيَادِى اللهِ وَجْهَ رَجَائِىْ

میرے دل میں اس کے سوا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ خدا کی نعمتوں نے میری خواہشوں کے منہ کو ڈھانپ دیا ہے

(منن الرحمٰن)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدارا باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را

(تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر)

اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را　　خدارا باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را

اگر تو چاہتا ہے کہ دونوں جہان میں عزت و دولت حاصل کرے تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر

غلامِ درگہش باش و بعالم پادشاہی کن　　نباشد بیم از غیرے پرستارانِ حضرت را

اُس درگاہ کا غلام بن اور دنیا پر حکومت کر　　کہ خدا پرستوں کو اس کے غیر سے خوف نہیں ہوتا۔

تُو از دل سوئے یارِ خود بیا تا نیز یار آید　　محبت مے کشد با جذبِ رُوحانی محبت را

تُو بھی دل سے اپنے یار کی طرف آجا تا کہ وہ بھی تیری طرف آئے کیونکہ جذبِ روحانی کی وجہ سے ایک محبت دوسری محبت کو کھینچتی ہے

خدا در نصرتِ آنکس بود کو ناصرِ دین است　　ہمیں افتاد آئین از ازل درگاہِ عزت را

خدا اُس کی مدد میں لگا رہتا ہے جو اسکے دین کا ناصر ہو　　ہمیشہ سے اس درگاہِ رب العزت کا یہی قانون ہے۔

اگر باور نمے آید بخواں ایں واقعاتم را　　کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواعِ نصرت را

اگر تجھے یقین نہیں آتا تو میرے ان واقعات کو پڑھ کر تا کہ تو میری ہر مشکل کے وقت خدا کی طرح طرح کی نصرتوں کو دیکھ لے

ہر آں کو یابد از درگاہ از خدمت ہمی یابد　　کہ غفلت را سزائے ہست و اجرے ہست خدمت را

جو شخص بھی اُس کی درگاہ سے کچھ پاتا ہے وہ خدمت سے پاتا ہے کیونکہ ہر غفلت کے لئے سزا مقرر ہے اور ہر خدمت کیلئے جزا مقرر ہے

من اندر کارِ خود حیرانم و رازش نمے دانم　　کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعماء حشمت را

مگر میں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں پاتا کیونکہ میں نے بغیر کسی خدمت کے ایسی نعمتیں اور عزتیں حاصل کرلیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

منافقوں کو دردناک عذاب ملنے کی وجہ

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرہ کی آیت فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (ان کے دلوں میں ایک بیماری تھی، پھر اللہ نے ان کی بیماری کو اور بھی بڑھا دیا اور انہیں ان کے جھوٹ بولنے کے سبب سے ایک دردناک عذاب پہنچ رہا ہے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے منافق کی علامات پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اس امر کو بھی واضح فرمایا ہے کہ منافقوں کو دردناک عذاب کیوں ملتا ہے چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ کا ترجمہ ان کے جھوٹ بولنے کے سبب سے کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مَا مصدریہ ہے اور اپنے بعد کے فعل کے معنی کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کا فطرتِ صحیحہ کے مطابق کام کرنا بتاتا ہے کہ ان کے دل مریض ہیں۔ کیونکہ اگر ان کے دل میں مرض نہ ہوتا تو کم سے کم یہ ان باتوں کو تو محسوس کرتے جو فطرتِ صحیحہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس طرح صفرا کی زیادتی سے زبان کا مزا خراب ہو جاتا ہے اور میٹھا بھی کڑوا معلوم دیتا ہے۔ اسی طرح جن کے دل مریض ہوں وہ اپنی فطرت کی آواز کو صحیح طور پر نہیں سن سکتے۔

اس آیت میں بیماری سے مراد نفاق کی بیماری ہے۔ پہلے رکوع کے شروع میں روحانی طور پر تندرست لوگوں کا ذکر تھا پھر کفر کے بیماروں کا ذکر ہوا۔ اب اس آیت میں نفاق کی بیماری کا ذکر کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی بیماری کی مندرجہ ذیل علامات بتائی ہیں اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (بخاری کتاب المظالم و کتاب الشہادات) یعنی جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھائیں تو وہ خیانت کرتا ہے اور جب وہ معاہدہ کرے تو اسے توڑ دیتا ہے اور جب جھگڑا ہو تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔

یہ علامات منافقت کا لازمہ ہیں کیونکہ منافق اپنے نفاق کو چھپانا چاہتا ہے اس کا ذریعہ وہ یہی سمجھتا ہے کہ اگر اس پر کوئی الزام لگائے اور اس کے عیب کو ظاہر کرے تو وہ جھوٹ بولے اور اس سے لڑ پڑے اور گالیوں پر اتر آئے

تاکہ لوگوں کی توجہ دوسری طرف پھر جائے۔ اسی طرح اسے جھوٹ بولنے کی بھی ضرورت رہتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے اندرونہ کو چھپا نہیں سکتا۔ وعدہ خلافی اور عہد کو توڑنا بھی اس کے خواص میں ہونا لازمی ہے کیونکہ منافق وہی ہوتا ہے جو ایک قوم سے بظاہر تعلق رکھ کر درحقیقت اس سے بگاڑ رکھے۔ امانت میں خیانت بھی اس کا ضروری خاصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنے قومی رازوں کو بتائے بغیر وہ ان میں مقبول نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں بیماری کا بڑھانا اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ یہ اسی کے احکام اور قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے اور لوگوں کے اعمال پر نیک و بد نتائج بھی وہی مرتب فرماتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو کسی کی بیماری کے بڑھانے کے لئے نازل نہیں فرمایا بلکہ لوگوں کی بیماری دور کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ (یونس ع ۶) یعنی اے لوگو تمہارے پاس ایک ایسی کتاب آئی ہے جو دل پر اثر کرنے والی نصائح پر مشتمل ہے اور سینہ کی سب بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

یہ مرض جس کا اس آیت میں ذکر ہے قوت فیصلہ کا نہ ہونا بزدلی اور نفاق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ (توبہ ع ۱۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی وعدہ خلافی اور جھوٹ کا یہ انجام دکھایا کہ ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے مرض بڑھا دینے سے ایک یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جوں جوں مسلمانوں کو ترقی دیتا اور ان کی طاقت بڑھاتا گیا منافقوں کو اپنے دلی عقیدے کے خلاف ان کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے اور زیادہ نفاق سے کام لینا پڑا۔ حالانکہ درحقیقت اسلام کی شوکت ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ (آل عمران ع ۱۲) اگر تمہیں کوئی آرام پہنچتا ہے تو ان (منافقوں) کو تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے شریعت اسلامی آہستہ آہستہ نازل ہوئی۔ پس جوں جوں احکام اور مسائل بڑھتے گئے۔ منافقوں کا نفاق بھی بڑھتا جاتا تھا اور ان کی جلن اور گھبراہٹ اور بزدلی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰی لَھُمْ (سورہ محمد ع ۳) یعنی جب کوئی محکم آیات نازل ہوتی ہیں اور ان میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کہ کسی پر موت کی غشی طاری ہو

پہلی آیات میں کفار کی نسبت فرمایا تھا وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس آیت میں منافقوں کی نسبت فرمایا ہے کہ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ یعنی ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ کافر کو خواہ کس قدر عذاب ملتا ہو وہ مقابلہ کرکے اپنے دل کا بخار نکال لیتا ہے اور اس طرح بدلہ لینے سے جو

انسان کو تسلّی ہوتی ہے وہ اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر منافق بدبخت چونکہ اپنے اندرونہ کو چھپاتا ہے اندر ہی اندر کڑھ کڑھ کر مرتا ہے۔ اس لئے منافق کی اس حالت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عَذَابٌ اَلِیْمٌ کے الفاظ استعمال کئے گئے کہ اسے دُکھ کے ساتھ جلن کا مزا بھی چکھنا پڑتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل جزاوّل صفحہ ۱۷۲ تا ۱۷۴)

منافق کون ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے۔ اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو صحابہ کرام کو اس دورنگی کا بہت خطرہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ کہا کہ اس لئے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں جب میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہوں تو اس وقت دل نرم اور اس کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جب ان سے جدا ہوتا ہوں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے۔ پھر دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہو۔ انسان کے دل میں قبض اور بسط ہوا کرتی ہے۔ جو حالت تمہاری میرے پاس ہوتی ہے۔ اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں ... جب انسان جرأت اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔ دین کی ہتک ہوتی سنے اور وہاں کی مجلس نہ چھوڑے یا ان کو جواب نہ دے تب بھی منافق ہوتا ہے۔ اگر مومن کی سی غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے۔ جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی۔" (ملفوظات جلد ششم ص۱۴۲)

ارتقاءِ نسلِ انسانی اور قرآنِ حکیم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے علمِ کلام پر ایک نظر

(محترم شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارتقاءِ نسلِ انسانی پر قرآنی نقطۂ نظر سے جو بحث کی ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے آبِ زر سے لکھا جائے۔ قرآنِ حکیم کی روشنی میں اس تحقیق کو آگے بڑھانے کے لئے انسانِ آباء و اجداد کے باقیات پر نئے سرے سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں سے جو کھوپریاں اور فوسل (آثار متحجرہ) برآمد ہوئے ہیں۔ وہ ارتقاء کی مختلف کڑیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہے کہ انسانی دماغ ہر دور میں ترقی پذیر رہا۔ ابتدائی دور میں خانۂ دماغ کی گنجائش اگر ۹۰۰ سی سی تھی تو دوسرے دور میں یہ وسعت ۱۰۵۰ ہوگئی۔ بالآخر ۱۳۰۰-۱۶۰۰ سی سی تک ہوگئی۔ گویا دماغ نے بے مثال ترقی کی ہے۔

حضرت مصلح موعود رض فرماتے ہیں :۔ "حیوانی حالت میں بشر کے آنے سے پہلے کی حالت کا نقشہ قرآن کریم . . میں اس طرح کھینچا گیا ہے هل اتٰی علی الانسان حینٌ من الدهر لم یکن شیئًا مذكورًا (دھر رکوع ۱) یعنی انسان پر ایک ایسا دور ضرور آچکا ہے کہ وہ شے مذکور نہ تھا۔ یعنی انسان تو تھا مگر اس کے اندر دماغی قوت ابھی پیدا نہ ہوئی تھی اور وہ ایک دوسرے کے حال سے باخبر نہ تھا اور ایک دوسرے کا ذکر نہ کرتا تھا۔ ایک دوسرے کا ذکر کرنا اور اسے پہچاننا دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اس دور میں بتایا گیا ہے کہ . . . اس کے دماغ کی نشوونما نہ ہوئی تھی۔" (تفسیر جلد اوّل ص۲۹۲)

آج سے کئی لاکھ سال قبل کے ادنےٰ انسانوں کی کھوپریاں آثار سے مل چکی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے

کہ وہ دماغی قوت اور قوتِ بیانیہ سے محروم تھے۔ ان کے دماغ کا خانہ چھوٹا تھا ان کا خانہ ذہن تنگ اور ٹھوڑی اندر کو دھنسی ہوئی تھی۔ جس کے باعث زبان کے اعصاب مائل گفتگو نہیں تھے پیشانی اُبھری ہوئی نہیں تھی بلکہ پیچھے ہی ہوئی تھی پھر ایسے انسانوں کی تصویریں ملتی ہیں جن کا خانہ دماغ بڑا ہونے کے باعث پیشانی آگے کو اُبھری ہوئی تھی۔ ٹھوڑی باہر نکل آئی۔ خانہ ذہن کشادہ ہوگیا۔ اس انسان کے دماغ میں قوتِ بیانیہ کا مرکزہ اور اس کے خلیئے پیدا ہو چکے تھے۔ خانہ ذہن کشادہ ہونے کے باعث قوتِ بیانیہ سے وہ سرفراز ہوا۔ گویا ایک دَور غیر مذکور انسانوں کا تھا۔ پھر دورِ شعور آیا اور انسان سمیع وبصیر بن گیا۔ انسانی دماغ جس ظرف میں بند ہوتا ہے اس کی عہد بعہد وسعت کا مطالعہ بہت دلچسپ ہے ORIGIN OF MAN. میں چھ ادوار کی تصویریں دی گئی ہیں۔ ہر دور میں خانہ دماغ بڑھتا گیا بسلسلہ ارتقا میں کم از کم چار سو سی سی (capacity) کا اضافہ ہوا۔ (صفحہ ٣٠٣)

(٢)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"اوپر کی آیات سے یہ امر ظاہر ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک بشر کی پیدائش یکدم نہیں ہوئی اور آدم علیہ السلام سے اس کی ابتدا نہیں ہوئی بلکہ آدم علیہ السلام بشر کی اس حالت کے پہلے ظہور تھے جب سے وہ حقیقی طور پر انسان کہلانے کا مستحق ہوا اور شریعت کا حامل ہونے کے قابل ہوا۔ اور اس وجہ سے گو آدم علیہ السلام روحانی لحاظ سے ابوالبشر ہیں کیونکہ روحانی دنیا کی ابتدا ان سے ہوئی اور وہ پہلے ملہم انسان تھے مگر جسمانی لحاظ سے ضروری نہیں کہ وہ سب موجودہ انسانوں کے باپ ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ حصہ انسانوں کا ان دوسرے بشروں کی اولاد ہو جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں موجود تھے۔" (تفسیر کبیر جلد اول ۲۹۴)

علماء انسانیات ونسلیات نے حال ہی میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ CRO - MAGNON آدمی کی نسل آج بھی پائی جاتی ہے۔ یہ نوع، موجودہ نوعِ بشر کے قریبی اجداد سے تعلق رکھتی ہے۔ The origin of Man میں لکھا ہے:-

"The cro-magnon type has not completely disappeared. in some places it is clearly expressed even today, for example in the physical features of the people of certain parts of France (P.328)

موجودہ نوعِ بشر سے پہلے کی نوع جس کا نام کرومیگناں ہے مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔ آج بھی اس کے مظاہر اور نمونے نظر آتے ہیں۔ مثلاً فرانس کے بعض حصوں کے انسان خدوخال کے لحاظ سے اس نوع سے متعلق ہیں۔

(۳)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سیرِ روحانی اور تفسیر کبیر میں قرآن حکیم کی آیت وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ سے استدلال کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ہماری نوعِ بشر کی پیدائش تیسرے دَور سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلے تخلیق عامہ کا دَور ہے پھر اعلیٰ سے اعلیٰ قویٰ بخشنے کا دَور ہے پھر آدم کا دور ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ روس کی اکاڈمی آف سائنس نے "انسان کی ابتداء" پر جو کتاب شائع کی ہے۔ اس کے سرورق پر تین تصویریں ہیں۔ پہلی تصویر میں انسان کی ابتدائی شکل ہے۔ بھدے نقوش پیشانی پیچھے ہٹی ہوئی، تھوتھنی نما چہرہ، ناک بیٹھی ہوئی، ٹھوڑی اندر دھنسی ہوئی ابرو موٹے موٹے اُبھرے ہوئے، یہ انسان ترقی یافتہ دماغ، قوتِ بیانیہ اور تحقیق وایجاد کی خصوصیات سے محروم تھا۔

دوسرا انسان پہلے سے نسبتاً بہتر ہے۔ پیشانی گوناں اٹھی ہوئی۔ ناک ستواں تھوتھنی غائب۔ ابرو پہلے سے بہتر یعنی بیٹھے ہوئے، ٹھوڑی قدرے نکلی ہوئی، یہ انسان ایک حد تک دماغ سے کام لینے والا اور کچھ قوتِ بیانیہ کا حامل تھا۔

تیسری حقیقی انسان کی تصویر ہے جس کے خدوخال ہماری نوع کے غماز ہیں۔ گویا انسان تیسرے مرحلہ پر مکمل ہوا۔

(۴)

حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق یہ اصل ماننے کے قابل نہیں کہ انسان مختلف حیوانوں کی ارتقائی حالت کی آخری کڑی ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک انسانی ارتقاء اپنی ذات میں مستقل اور جداگانہ ہے اور حیوانی ترقی کا اتفاقی مظاہرہ نہیں ہے۔"

آگے چل کر فرمایا۔ سورۂ نوح کی ان آیات سے یہ امور ظاہر ہیں:۔

"انسانی پیدائش کئی دوروں میں ہوئی ہے کیونکہ فرماتا ہے خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اور طَور کے معنی عربی زبان میں اندازہ اور ہیئت اور حال کے ہوتے ہیں (اقرب) پس اطوار کے معنی ہوئے کئی حدوں میں سے گزار کر کئی ہیئتوں اور احوال میں بدلتے ہوئے پیدا کیا ہے .... ہیئت اور حالت کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مختلف دوروں میں تمہاری شکل مختلف تھی اور

مختلف حالتوں کے ماتحت تم ترقی کر رہے تھے۔" (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۹۱ و ۲۹۲)

ماہرین انسانیات نے ہر دور کی کھوپریوں اور آثار متحجرہ کا مطالعہ کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسانی جسم ہر دور کی ضرورتوں کے مطابق ڈھلتے چلے گئے۔ بالآخر ہماری موجودہ نوع معرض وجود میں آئی۔

ادنیٰ انسان یا نیم انسان سے حقیقی انسان کس طرح بنا۔ علماء مغرب کی تحقیق کا خلاصہ Origin of Man میں یوں الفاظ دیا گیا ہے:-

"ہاتھ اور پاؤں بالیدگی کی انتہائی حد تک پہنچ گئے۔ پیڑو ساٹھ کا زاویہ بناکر افقی سمت مڑ گیا۔ ریڑھ کی ہڈی نے بالآخر وہ خمیدگی اور لچک حاصل کرلی جو نوع بشر سے مخصوص ہے۔ گردن نے اپنی ممتاز صورت پائی۔ سر ذوالفقرات پر براہ راست مستقیم پورے طور پر متوازن ہو گیا اور دماغ نے تو کمال کر دیا۔ وہ اعلیٰ درجہ کی نشوونما اور صلاحیتوں سے معمور ہو گیا اور انسانی نسل کے سب نمائندوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ نیم انسانوں اور ادنیٰ بشر کے گروہوں میں سے ارتقا پذیر ہو کر ایک جوہر قابل ابھرا اور ایک نئی مخلوق کی صورت میں حقیقی انسان کے روپ میں دنیا کے سامنے آگیا ایک عقل کل انسان"۔

اسی تسلسل میں لکھتے ہیں:-

"جب ایک مغربی عالم LINNAEUS نے دوسرے جانداروں میں سے تمیز کرنے کے لئے "عقل کل انسان" کی اصطلاح استعمال کی (یعنی HOMO-SAPIENS) تو اس نے انسان کے شعور اور عقل کو "آسمانی روح" کا ایک حصہ قرار دیا۔ لیکن ہم اس کی مادی تشریح کرتے ہیں۔ آج سے ہزاروں ہزار سال پہلے انسان میں سوچنے اور سمجھنے کا مادہ پیدا ہوا۔ اسی وقت سے وہ دوسرے جانداروں سے ممتاز ہو گیا۔" (صفحہ ۳۲ و ۳۳)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ انسان یکبارگی موجودہ شکل میں نہیں آگیا۔ ایک لمبے ارتقاء کے بعد اس نے نوع بشر کی صورت ظاہری و معنوی اختیار کی۔ گویا تسویہ کا ایک طویل دور ہے جس میں سے انسان گزرا۔ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا کی صداقت بالکل واضح ہے۔ قرآن حکیم نے آخری درجہ نفخ روح کا قرار دیا۔ یہاں روح سے مراد روح شعور و ملکۂ روحانیت ہے جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ صرف مادی تشریح کافی نہیں۔ انسانی روح ظاہر و باطن سے عبارت ہے روسیوں کی مادی وضاحت تصویر کا ایک رخ ہے، گہرائی اور پس منظر سے خالی۔ حقیقی تشریح قرآن حکیم نے کی ہے۔

(۵)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"قرآن کریم کے نزدیک انسانی ارتقاء اپنی ذات میں مستقل وجداگانہ ہے۔ اور حیوانی ترقی کا اتفاقی مظاہرہ نہیں ہے۔"

علماء حیاتیات نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے۔ ایک جرمن عالم کا نظریہ یہ ہے کہ ہر نوع نے جداگانہ ارتقاء کی دوڑ میں حصہ لیا ہے۔ چنانچہ اس کا کہنا ہے۔

"According to his hypothesis every species develops as an independent agglomeration of varieties and other tiny subspecies and it is not in any way related with other circles of forms .....

Kleinschmidt makes a sharp demarcation of the human circle and absolutely refutes man's relation-ship to the anthropoid apes"

(The origin of Man page 335)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ہر نوع کا اپنا اپنا دائرہ ہے۔ لا تبدیل لخلق اللّٰہ کے اصول کے تحت کوئی نوع اپنے دائرہ ارتقاء سے باہر نہیں نکل سکتی۔ پس یہ نظریہ باطل ہے کہ انسان بندروں کی ایک خاص نوع کی ترقی پذیری کا نتیجہ ہے۔ انسان کا اپنا دائرہ ارتقاء ہے حیوانات کا اپنا۔

عصر حاضر میں حیاتیات کے باب میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے۔ ہر مخلوق کے خلیۂ حیات میں ان نقاط CHROMOSOMES کا پتہ لگا ہے جن میں اس حیوان کی نشوونما کا کنٹرول ہے اور وراثت میں ملنے والے سرمایہ حیات کا ریکارڈ۔ یہ کروموسوم (تاگے کی صورت میں) چار سے لے کر ایک ہزار تک ملتے ہیں۔ مثلاً دنیا کے کسی خطہ کا انسان لے لیں۔ اس کے خلیہ میں ۴۶ کروموسوم ہوں گے۔ ہر حیوان کے مختلف، کسی کے چار، کسی کے ۲۴ اور کسی کے ۱۴۔ دنیا میں کوئی حیوان ایسا نہیں جس کے نقاط حیات انسان کے برابر ہوں۔ ہر نوع کے مختلف ہیں، اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہر نوع اپنے اپنے دائرہ میں ارتقاء پذیر ہوئی ہے۔

(۶)

حضرت آدم علیہ السلام کو اَلْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کا علم دیا گیا۔ یعنی ظاہری و معنوی اسماء سکھائے گئے۔ ظاہری اسماء میں زبان کا علم بھی شامل ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"اس آیت سے ظاہر ہے کہ آدم کو اسماءِ مسمّیات کے ذریعہ سکھائے گئے تھے۔ یعنی جس زبان کا انہیں علم دیا گیا تھا۔ اس کی بناء مسمّیات اور اسماء کے اتحاد پر تھی۔ یعنی ہر چیز کا نام اس کی خصوصیات کی بناء پر رکھا گیا تھا۔ نہ کہ بے تعلق اور بے ربط ... پس زبان سکھانے کے معنوں سے یہ مراد لی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک ایسی زبان سکھائی جو بے معنی اور بے ربط نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد فلسفہ پر تھی اور اس کے تمام الفاظ بامعنی تھے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان سکھائی جو بعد میں دوسری زبانوں کی ماں بنی۔" (تفسیر کبیر جلد اول ص۲۹۰)

علماء السنہ و لسانیات کی تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ شروع میں نیم آدمی یا ادنیٰ انسان تھے جو کہ غاروں میں رہتے تھے۔ ہزاروں سال دنیا کا نصف شمالی کرہ عہد ثلج Ice age کی لپیٹ میں آگیا۔ جو بتدریج بڑھتا گیا۔ ادنیٰ انسانوں اور عام جانوروں کے غول کے غول بلادِ جنوب میں نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح شمالی اور جنوبی علاقوں کا ملاپ ہوا اور تمدن کی بنیاد پڑی۔ اب انسانوں نے غاروں سے نکل کر زندہ رہنے کے لئے سعی و کاوش اور تگ و دو شروع کی۔ انسانی آبادیوں میں بے شمار آگ کے الاؤ روشن ہوئے۔ اس روشنی میں روحِ اجتماع پیدا ہوئی اور تمدن کا کارواں آگے بڑھا۔ انسان جوں جوں روحِ اجتماع اور تگ و تاز روزگار میں منزل بمنزل آگے بڑھتا گیا۔ اس میں بعض جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ زبان کی گرہیں کھلنا شروع ہوئیں (بقول ان کے) آوازوں اور سیٹیوں کی بجائے الفاظ کی صورت میں اس نے بولنا شروع کر دیا۔ جب آئس ایج Ice Age ختم ہوئی تو انسان ایک مربوط زبان بولتا ہوا دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گیا۔ اس طرح زبانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور السنہ مختلفہ وجود میں آئیں۔

علماء کے نزدیک یہ سب کچھ خود بخود ہو گیا۔ قرآن کریم نے بتایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کہ انسان کو زبان کی باقاعدہ تعلیم دی گئی۔ معلّمِ حقیقی نے انسان کو بیان عطا کیا۔ زبان کے لئے تعلیم ضروری ہے۔ اگر ایک بچے کو پیدائش کے بعد بالکل الگ تھلگ رکھا جائے تو وہ بڑا ہو کر ایک لفظ بھی بول نہیں سکتا۔ Origin of man کا مصنف لکھتا ہے:۔

"یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ الفاظ کی صورت میں بولنا کوئی پیدائشی امر نہیں ہے۔ وہ بچے جو مکمل علیحدگی اور تنہائی میں پرورش پاتے ہیں یا جو بچے جنگل میں جانوروں کے درمیان پروان چڑھے اور سوسائٹی

سے الگ رہے۔ جب وہ برآمد ہوئے تو گویائی سے یکسر محروم تھے۔" (ص ۳۱۱)

اندریں صورت کس طرح مان لیا جائے کہ معلّم حقیقی کے بغیر ایک مربوط زبان کے ذریعہ انسان نے خود بخود بولنا شروع کر دیا۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ انسان جب اس قابل ہؤا کہ زمین میں خلافت و نیابت کا کام سر انجام دے سکے تو اس نوع کے آدم کو ایک بامعنی اور مربوط زبان کا علم دیا گیا۔ گویا زبان عطیہ الٰہی ہے انسان کی ایجاد کردہ نہیں۔ علماء یہ مانتے ہیں کہ ہماری نوع سے پہلے ایک نوع تھی جو کہ معدوم ہوگئی۔ اس سے پہلے نینڈرتھل انسانوں کی نوع تھی زبان کا آغاز اسی نوع میں ہؤا۔ آناً فاناً ایک انقلاب آیا اور بولتا ہؤا انسان نیم وحشی انسانوں میں سے الگ ہوگیا اور ایک نئے تمدن کی بنیاد ڈال دی۔ اس کے بعد کی نوع نے اس زبان کو پروان چڑھایا۔ گویا پہلے پہل نینڈرتھل نے بولنا شروع کیا۔ اسی نوع کے انسانوں کی کھوپڑیوں میں وہ نقاط ملے ہیں جو کہ ایک مربوط زبان کے لئے ضروری ہیں۔

کرومیگنان نے زبان کو مکمل نشوونما بخشی۔ حقیقی انسانوں نے ایک چراغ سے سینکڑوں چراغ روشن کئے السنۂ مختلفہ وجود میں آگئیں۔ علماء کہتے ہیں کہ ادنےٰ انسانوں میں آناً فاناً ایک تبدیلی رونما ہوئی اور بولتا ہؤا انسان سوسائٹی کے بطن سے برآمد ہؤا۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب ارتقا پذیر ہوکر اس قابل ہؤا کہ وہ خلافتِ الٰہیہ کا فرض سر انجام دے سکے تو اس نوع کے نمائندہ کو یعنی آدمِ اوّل کو ایک مربوط زبان کا علم دیا گیا۔ "اور یجن آف مین" کا مصنف لکھتا ہے:۔

"ابتدائی انسان کی تگ و تاز مُڑ دل مل کر رہنے کی عادات اور گویائی وہ جوہر تھے جن کے باعث وہ ترقی کی آخری حدوں کو پھلانگ گیا۔ یوں کہیئے کہ ارتقاء کے تسلسل میں ٹھہراؤ آگیا۔ دفعتہً ایک تبدیلی رونما ہونے کے باعث آناً فاناً ایک فیصلہ کن مرحلۂ ارتقاء میں انسان داخل ہؤا۔ اب آدمی کے لئے ایک نئی سٹیج تیار ہوئی۔ کاملاً نئی راہیں حضرتِ انسان کے لئے کھول دی گئیں۔ یہ گویا نشأۃ ثانیہ کی ابتداء تھی۔" (صفحہ ۳۱۴)

کیا یہ سب کچھ خود بخود ہوگیا؟ یا ؎

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

قرآن حکیم اور مادیین کے نظریۂ آدم میں یہی فرق ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے ادنےٰ انسانوں میں سے اُبھرنے والا شخص آدم ہے۔ جسے ایک مربوط کلام سے نوازا گیا۔ مادی نقطۂ نظر والے کہتے ہیں کہ آناً فاناً ایک نیا انسان ہویدا ہؤا، وہ عقل و گویائی کی خصوصیات لے کر اٹھا، اور سارے معاشرے پر چھا گیا۔

قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ سچائی اور صداقت کا حامل کونسا نظریہ ہے ؟ مصلح موعود رضؓ کے لئے وحیٔ ربانی کے الفاظ ہیں :۔

" وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔"

حضرت مصلح موعودؓ کا بے نظیر علمِ کلام اس حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

"مصلح موعود ظاہری علوم سے پُر کیا جائے گا"

حضرت مصلح موعودرضؓ فرماتے ہیں :۔

" اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علومِ ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہوگا۔ بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائیگا جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی اَور طاقت اسے علوم ظاہری سکھائے گی۔ اس کی اپنی کوشش اور محنت اور جدوجہد کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ یہاں " پُر کیا جائیگا" کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خداتعالےٰ کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے اور خداتعالےٰ کی طرف سے سائنس اور حساب اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھلایا جاتا ہے۔ پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور خدا خود اس کا معلّم ہوگا۔"

(الموعود صٗ۷۶)

اشتراکیت کا عروج و زوال

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد کا عظیم فتنہ اور اس کا تاریخی جائزہ

(٢)

مکرم محمد اجمل صاحب شاہد

لیکچر "نظامِ نو" ۔ کمیونزم اور دیگر تحریکات سے اسلام کا موازنہ

پہلی عالمگیر جنگ کے بعد کمیونزم کی عملی زندگی کا آغاز روس میں ہوا اور تقریباً ربع صدی تک یہ روس کی حدود ہی میں محدود رہا۔ لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے بعد اس کی عالمگیر ترقی کا دور شروع ہوا۔ جنگ کی وجہ سے دنیا میں اقتصادی بدامنی اور بے چینی پھیلنی شروع ہوئی جس کے نتیجہ میں لوگوں کی توجہ کمیونزم کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ وہ سمجھنے لگے کہ ان کی مشکلات کا حقیقی مداوا یہی تحریک کر سکتی ہے۔ چونکہ مارکس اور اینجلز کے پیش کردہ اقتصادی فلسفہ کا ابتدائی تجربہ روس میں ہوا تھا۔ اس لئے لازمی طور پر لوگوں کی نگاہیں روس کی طرف اٹھ رہی تھیں اور روس نے بھی اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور مختلف علاقوں میں کمیونسٹوں کی پیٹھ ٹھونکنی شروع کی

ان حالات میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جن کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں "اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ" ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کیا تھا اس طرف توجہ فرمائی۔ آپ نے ١٩٤٢ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بصیرت افروز لیکچر فرمایا جو بعد میں "نظام نو" کے نام سے شائع ہوا اس میں حضور نے اشتراکی اور کمیونسٹ نظام کے نقائص کو واضح فرمایا اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے اقتصادی نظام کو پیش کر کے اس کی برتری اور فوقیت کو ظاہر فرمایا۔ یوں تو حضرت مصلح موعودؓ کی تمام زندگی الحاد و دہریت کے خلاف اور اسلام کی اشاعت و ترویج میں گزری اور تمام عمر اسی جہاد میں صرف ہوئی جو بالواسطہ اشتراکیت کی تردید تھی۔ لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ براہِ راست اس سراسر مادی تحریک کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ اس لیکچر میں پہلی مرتبہ حضور نے خصوصی طور پر اشتراکیت اور کمیونسٹ تحریک کے پیش کردہ اقتصادی نظام کا اسلام کے اقتصادی نظام سے موازنہ فرمایا۔ اور اس سلسلہ میں نہ صرف اشتراکیت اور یورپ کی دیگر تحریکات کا اسلام سے موازنہ

کیا بلکہ دیگر مذاہب عالم پر اسلامی تعلیمات کی برتری اور فوقیت ثابت کی۔ اس لیکچر میں حضور نے واشگاف الفاظ میں اس امر کا بھی اعلان فرمایا کہ کمیونزم یا کسی اور تحریک کے ذریعہ دنیا کا آئندہ نظام قائم نہیں ہوگا بلکہ وہ صرف اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر استوار ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"غرض نظام نو کی بنیاد ۱۹۱۷ء میں روس میں نہیں رکھی گئی۔ نہ وہ آئندہ کسی سال میں موجودہ جنگ میں یورپ میں رکھی جائے گی۔۔۔۔ پس اسے دوستو دنیا کا نیا نظام نہ مسٹر چرچل بنا سکتے ہیں نہ مسٹر روزویلٹ۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں اور اس میں کئی نقائص کئی عیوب اور کئی خامیاں ہیں۔ نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں جن کے دلوں میں نہ امیر کی دشمنی ہوتی ہے نہ غریب کی بے جا محبت۔ جو نہ مشرقی ہوتے ہیں نہ مغربی۔ وہ خدا تعالیٰ کے پیغامبر ہوتے ہیں اور وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ ہوتی ہوتی ہے۔" (نظام نو صفحہ ۱۱۳-۱۰۸)

کمیونزم کے خلاف یہ نعرۂ حق حضرت مصلح موعودؓ نے اس وقت بلند فرمایا جبکہ ابھی مسلمانوں نے اشتراکیت کے خطرہ کا احساس بھی نہیں کیا تھا مگر حضور کی دوربین روحانی نظر نے اس خطرہ کو بھانپ لیا اور آپ نے بروقت اس الحادی تحریک کے ہولناک نتائج کی نشاندہی فرمائی اور اس کے مقابلہ میں اسلام کی شاندار اقتصادی تعلیم پیش فرما کر اسلام کی بے مثال خدمت سرانجام دی۔

دعویٰ مصلح موعود اور کمیونزم کے خلاف ایک منظم مہم کا آغاز

۱۹۴۴ء کے آغاز میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آسمانی انکشاف ہوا کہ آپ ہی "پسر موعود" اور "مصلح موعود" ہیں جس کی تفصیلی خبر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اس روحانی خلعت سے اس وقت سرفراز فرمایا جبکہ اسلام کے خلاف عظیم فتنوں کا ظہور ہونے والا تھا اور ان کے مقابلہ کے لئے آپ کو فتح نصیب جرنیل کا منصب عطا کیا گیا چنانچہ منجملہ دیگر فتنوں کے اشتراکیت اور کمیونزم کی تحریک تھی کہ جس کی عالمگیر مقبولیت اور وسعت کا وقت قریب آپہنچا تھا۔ کیونکہ یہی وہ سال ہے جبکہ جرمنی سٹالن گراڈ کے محاصرہ کو توڑ دینے میں ناکام ہوا اور اس کے بعد روس کی فتوحات کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ روس جو دوسری عالمگیر جنگ سے قبل تنہا تھا اس جنگ کے خاتمہ کے بعد یورپ کی تقریباً نصف حکومتوں پر مسلط ہوگیا۔ اور ایشیا میں چین سے لے کر ہندچینی تک اس کا اثر پھیل گیا

اور افریقی اقوام اپنی آزادی کی مدد کے لئے روس کی طرف دیکھنے لگیں۔ غرض کمیونزم تحریک کا پھیلاؤ درحقیقت ۱۹۴۴ء سے شروع ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو بھی اسی سال اس منصب پر فائز کر کے اس زہر کا تریاق مہیا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے دعوے کے بعد بڑی کثرت سے اشتراکی تحریک کے عروج و زوال کی خبریں خدا تعالیٰ کی طرف سے دی گئیں اور آپ نے ان کی روشنی میں اس تحریک کا تنقیدی جائزہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں اسلامی نظام کی برتری اور فوقیت ہر جہت سے دنیا میں آشکار فرمائی۔ یہ واقعاتی مطابقت کوئی اتفاقی امر نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی عمیق حکمتوں کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ خود حضور نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جماعت کو فرمایا کہ:۔

"بہت بڑے تغیرات جو دنیا میں رونما ہونے والے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تغیرات بہت بھاری اہمیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اب کیا ہو جائے گا مگر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کسی عظیم الشان تغیر یا بہت بڑے عظیم الشان تغیرات کی بنیادیں جلد سے جلد رکھ دی جائیں گی۔" (اختتامی تقریر حضرت مصلح موعود بر موقعہ مجلس مشاورت ۱۹۴۴ء)

حضورؓ کے ارشاد کے عین مطابق یہ عظیم الشان تغیرات دنیا میں رونما ہوئے اور ان میں ایک اہم انقلابی تغیر کمیونزم کا عالمگیر ارتقاء ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا مقابلہ جس شاندار طور پر "روحانی حربہ" سے فرمایا اس کی کچھ تفصیل آئندہ اوراق میں پیش ہوگی۔

جماعت احمدیہ کے ذی علم طبقہ کو کمیونزم کے مطالعہ اور اس کا رد سوچنے کی تحریک

۱۹۴۲ء کے آخر میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے ذی علم طبقہ کو یہ تحریک فرمائی کہ وہ کمیونزم کا تنقیدی طور پر مطالعہ کریں اس کا رد سوچیں کیونکہ آئندہ اسلام اور کمیونزم کی جنگ ناگزیر ہے۔ اس تحریک کی محرک جو خواب ہوئی وہ بہت پرانی تھی۔ حضورؓ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"۱۹۲۵ء یا ۱۹۲۶ء یا شائد اس سے پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک رؤیا دیکھا کوئی شخص مجھے کہتا ہے کہ قادیان میں بعض لوگ کمیونسٹ خیالات کے ہو گئے ہیں۔ یہ سنکر مجھے خواب میں تعجب پیدا ہوتا ہے اور میں اس منشاء کے ماتحت گھر سے نکلتا ہوں کہ باہر جا کر دیکھوں کہ لوگوں کا رویہ میرے متعلق کس قسم کا ہے۔ ان کا جو رویہ ہوگا۔ اس سے میں اندازہ لگا لوں گا کہ آیا سچ مچ ان کے خیالات کمیونسٹوں والے ہیں۔ گویا میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کے اس قسم کے خیالات ہوں گے باہر نکلنے پر میں ان کے خیالات کا ان کے رویہ سے اندازہ کر لوں گا

چنانچہ میں مسجد مبارک کی شمالی جانب کی سیڑھیوں سے نیچے اترا ہوں اور مسجد اقصیٰ کی طرف چل پڑا ہوں۔ رستہ میں کئی احمدی مجھے ملے ہیں اور بڑے ادب اور احترام سے مجھ سے ملتے ہیں اور ان کے اندر میرا ویسا ہی احترام ہے جیسا کہ پہلے پایا جاتا تھا۔ مگر خواب میں میرے دل پر ان میں سے بعض کے اندرونہ کا عکس ظاہر ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان میں سے بعض اندر تو کمیونسٹ خیالات رکھتے ہیں۔ لیکن میرا ادب اور احترام اسی طرح کرتے ہیں جیسا کہ پہلے کرتے تھے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔" (الفضل ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۴ء)

اس خواب کو بیان کرنے کے بعد حضورؓ نے فرمایا:۔

"یہ رؤیا اس وقت کا ہے جبکہ کمیونسٹ تحریک یورپ میں بھی معروف نہیں تھی۔ اس کے بعد اس تحریک نے ترقی کی ہے اور اب کچھ عرصہ سے مختلف شہروں سے اس قسم کی اطلاعات آرہی ہیں.... کہ کمیونسٹ لوگوں کا ارادہ ہے کہ ہر مذہبی مرکز میں اپنی جماعت قائم کریں اور قادیان میں بھی وہ اپنا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔"

چنانچہ اس بنا پر حضورؓ نے جماعت کے ذی علم طبقہ کو کمیونزم کا مطالعہ کرنے اور اس کا رد سوچنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جماعت کے علماء اور واقفین اور مدرسہ اور جامعہ کے طلبہ بھی اچھی طرح کمیونسٹ تحریک کا مطالعہ کریں اور ان کے جوابات سوچ چھوڑیں اور اگر کسی امر کے متعلق تسلی نہ ہو تو میرے ساتھ بات کر لیں۔ اسی طرح کالجوں کے پروفیسروں اور سکولوں کے اساتذہ کو چاہیئے کہ کمیونسٹ تحریک کے متعلق اپنا مطالعہ وسیع کریں اور اگر کوئی کمی رہ جائے تو مجھ سے مل کر ہدایات لے لیں اور اس رنگ میں اس تحریک کے متعلق جوابات سوچ رکھیں کہ ان کا پوری طرح رد کر سکیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ زیادہ مقابلہ ہمارا کمیونسٹوں سے ہی ہے۔ انہوں نے دہریت کو مذہب کے طور پر پیش کیا ہے۔ خدا تعالیٰ سے یہاں تک ہنسی اور تمسخر کیا جاتا ہے اور ایسے ڈرامے کھیلے جاتے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ مجرم کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے نعوذ باللہ دنیا میں سب فساد اور خرابی پیدا ہوتی ہے اور پھر کمیونسٹ جج خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ پھانسی کی سزا دیتا ہے کہ میں اس پتلے کو پھانسی کی سزا دیتا ہوں کیونکہ اس کے وجود کے خیال کی وجہ سے دنیا میں تمام خرابی پیدا ہوتی ہے۔ پس یہ ایسی تحریک ہے جس نے دہریت کو مذہب کے طور پر پیش کیا ہے

اور جو اندر ہی اندر فتنہ و فساد پیدا کرنے والی اور امن برباد کرنے والی تحریک ہے اور اس کی تمام کامیابی عارضی اور سطحی ہے۔ موجودہ جنگ کے بعد اس تحریک کا کلّی طور پر دنیا کو مقابلہ کرنا ہوگا اور یہی وہ آخری لڑائی ہوگی۔ جو ظاہری لحاظ سے سیاسی وجوہ کی بناء پر لڑی جائے گی مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ لڑائی مذہب کی تائید کے لئے ہوگی۔ پس کمیونسٹوں کا بعض دوسری حکومتوں کے ساتھ جو اتحاد ہے یہ ہمیشہ کے لئے نہیں چل سکتا۔ اس جنگ کے بعد جلد یا بدیر اس تحریک کے ساتھ گو بظاہر سیاسی وجوہ کی بناء پر لڑائی ہوگی مگر وہ لڑائی ایسی ہوگی کہ خدا تعالےٰ دوسروں کو آگے کر کے مذہب کے لئے راستہ کھول دے گا۔

غرض یہ جنگ تو بہرحال ہونی ہی ہے مگر اس وقت تک کہ خدا تعالےٰ کوئی ایسی صورت پیدا کرے ہمیں ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ جو لوگ مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے یا نئے اور کچے ہوتے ہیں اس قسم کے دھوکہ میں آجاتے ہیں پس جماعت کے علماء، فقہاء، اساتذہ اور پروفیسروں کو چاہیئے کہ اس قسم کی تحریکات کی تفصیلات سے پوری طرح واقف ہوں تاکہ نوجوانوں کی صحیح راہ نمائی کر سکیں۔"

(الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۴۴ء)

کمیونزم کے خلاف ایک اچھوتا اور عالمانہ لیکچر

دوسری عالمگیر جنگ کے اختتام سے قبل کمیونسٹ تحریک نے دنیا میں بہت زیادہ نفوذ حاصل کر لیا تھا اور خاص طور پر جرمنی کی شکست اور روس کی مشرقی یورپ میں فتوحات کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی طاقت بن گیا تھا۔ ان حالات میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر کو بھانپ لیا کہ آئندہ چل کر یہ تحریک اسلام کے لئے ایک عظیم خطرہ بننے والی ہے۔ اس لئے ایک طرف تو آپ نے جماعت کے ذی علم طبقہ کو اس کا مطالعہ اور پھر اس کا ردّ کرنے کی تحریک فرمائی اور دوسری طرف خود علمی رنگ میں کمیونزم کا تنقیدی جائزہ پیش فرمایا اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے شاندار اقتصادی نظام کی برتری اور فوقیت دلائل سے ثابت فرمائی۔ عقلی و نقلی دلائل کے علاوہ حضور نے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے انکشافات کی روشنی میں اس امر کا بھی اعلان فرمایا کہ کمیونزم کی ترقی ایک عارضی دور ہے اور بالآخر یہ اپنی موت مر جائیگا اور اسلام ہی واحد مذہب ہوگا جو دنیا میں اور خاص طور پر روس میں بھی غلبہ حاصل کرلے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا یہ نہایت ہی اچھوتا اور عالمانہ لیکچر ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء کو احمدیہ ہوسٹل لاہور میں ہوا اس کی صدارت مسٹر رام چند مچندہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے فرمائی اور لیکچر میں ہر مذہب و ملت کے ذی علم اصحاب نے شرکت فرمائی۔ اور یہ لیکچر بہت ہی مقبول ہوا۔ اور بعد میں کتابی صورت میں "اسلام کا اقتصادی نظام" کے نام سے

اشاعت پذیر ہوا۔ اس لیکچر کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نہ صرف نہایت ہی عمدہ رنگ میں کمیونزم کا تجزیہ پیش کیا گیا تھا بلکہ اس کے مقابلہ میں اسلام کا اقتصادی نظام کی تفاصیل کو اجاگر کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے اسلامی اقتصادیات کو اس خوبی اور عمدگی سے پیش فرمایا کہ اس سے قبل اس جہت سے اسلام کی برتری کو ایسے مدلل اور مؤثر طریق پر کسی نے پیش نہ کیا تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو دنیا میں کھڑا ہی اس لئے کیا تھا کہ تا دنیا میں الحادی اور طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کریں اور دینِ اسلام کا مرتبہ ظاہر کریں۔ چنانچہ آپ نے اس لیکچر کے آخر میں اس امر کا واضح طور پر اعلان فرمایا کہ

"ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں اخلاق کی فتح ہو، روحانیت کی ترقی ہو، خدا اور اس کے رسولؐ کی حکومت قائم ہو اور ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں جو بھی نظام جاری ہو خواہ وہ اقتصادی ہو یا سیاسی، تمدنی ہو یا معاشرتی، بہرحال خدا اور اس کے رسول کا خانہ خالی نہ رہے اور دنیا کو ان کے احکام کی اتباع سے نہ روکا جائے۔ پس ہم روس یا کمیونزم کے دشمن نہیں بلکہ روس سے مجھے دلی ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ قوم جو سینکڑوں سال ظلموں کا شکار رہی ترقی کرے اور اس کے دن پھریں ہاں یہ میں یا اور کوئی حریت پسند برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک غلط فلسفہ کو بعض قوموں کی ترقی اور دوسروں کے تنزل کا موجب بنایا جائے۔ پس اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہدایات کو اگر دنیا کا کوئی نظام اپنا لے اور اپنا نظام اسلامی رنگ میں ڈھال لے تو اس کی باتیں ہمارے سر آنکھوں پر۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے، تو مذہبی لوگ اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اس نظام کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ بے شک روٹی کی تکلیف بھی بڑی تکلیف ہے مگر مذہب ایسی چیز ہے جسے انسان کسی حالت میں بھی قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔" (اسلام کا اقتصادی نظام)

کمیونزم کا فتنہ اور جماعت احمدیہ کا فرض

حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کمیونزم کے خلاف ایک نہایت ہی قیمتی مضمون تھا۔ چنانچہ اس لیکچر کو بعض ضروری اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اس موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۹ر جون ۱۹۴۵ء کو ایک خطبہ میں اس کتاب کی اشاعت کے متعلق جماعت کو تحریک فرمائی۔ نیز اس خطبہ میں آپ نے کمیونسٹ فتنہ کی مضرت بیان کرتے ہوئے اس کا پوری مستعدی اور تیاری سے مقابلہ کرنے کی جماعت کو تحریک فرمائی اور نہایت تحدی سے اس امر کا اعلان فرمایا کہ کمیونسٹ اپنے عزائم میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے اور اس جنگ میں وہ ناکام و نامراد رہیں گے حضورؓ کا یہ خطبہ ایک رنگ میں کمیونزم کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ جس میں آپؓ نے ایک طرف جماعت کو اس کا پوری

تندہی سے مقابلہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور دوسری طرف اس امر کا اعلان فرمایا کہ اس جنگ میں اسلام کی فتح مقدر ہے۔ چنانچہ حضور رضؓ نے فرمایا :-

"مَیں نے دوستوں کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ کمیونزم اس زمانہ کے اہم ترین فتنوں میں سے ہے اسلام کے لئے بلکہ دنیا کے تمام مذاہب کے لئے کمیونزم کا اقتصادی نظام ایک خطرناک چیز ہے۔ کیونکہ وہ مذہب کی جڑ پر تبر رکھتا ہے اور مذہب کی اشاعت اور اس کی تبلیغ کے راستہ میں روک بنتا ہے۔۔۔۔۔ ہمارے سامنے کمیونزم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ صرف عقلی لحاظ سے اسلام کے لئے خطرناک ہے بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی وہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔۔۔ پس ہماری جماعت کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار ہو جانا چاہیئے۔ میں نے تحریک کی تھی کہ کالجوں کے پروفیسر اس طرف خصوصیت سے توجہ کریں اور وہ لڑکوں کے سامنے اس پر تقریریں کرتے رہیں۔ مَیں نے کہا تھا کہ ہمارے ماہرفن جو اقتصادیات یا مذہب میں مہارت رکھتے ہیں وہ کمیونزم کے ان اثرات پر روشنی ڈالیں جو اقتصاد اور مذہب پر پڑتے ہیں۔ اسی طرح میں نے کہا تھا کہ ہمارے مبلغ اپنے تبلیغ کے دائرہ کو کمیونسٹ پارٹی کی طرف وسیع کریں۔۔۔۔ مگر یہ کام اس قسم کا نہیں کہ میں نے خطبہ پڑھا۔ لوگوں نے دو چار دن توجہ کی اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ کام تو ایسا ہے کہ اس میں ہزاروں ہزار آدمی مشغول ہونے چاہئیں۔ تب دنیا کچھ حرکت پیدا ہو سکتی ہے۔"

(الفضل ۵ جولائی ۱۹۴۵ء)

اس خطبہ میں حضور رضؓ نے کمیونزم کے فتنہ کی اہمیت بتاتے ہوئے اس امر کا بھی اعلان فرمایا کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ رضؓ کو اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اس لئے کمیونسٹ کبھی بھی آپ کے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے چنانچہ کس تحدی سے فرماتے ہیں :-

"کمیونسٹ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب میں اپنی جماعت کو امداد کے لئے بلاتا ہوں تو میرا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ان کی مدد کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ میں صرف ان کو ثواب میں شریک کرنے کے لئے بلاتا ہوں ورنہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے۔ تو اگر لاکھوں کی جماعت میں سے کوئی شخص بھی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ تب بھی کمیونسٹ میرے مقابلے میں جیت نہیں سکتے۔ بلکہ ان کا ہی منہ کالا ہو گا کیونکہ میری آواز میری نہیں بلکہ میری زبان سے خدا اپنی آواز دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ اور خدا کا مقابلہ کرنے کی ان کمیونسٹوں میں تو کیا ان کے سرداروں میں بھی طاقت نہیں ہے۔"

(الفضل ۵ جولائی ۱۹۴۵ء)

موسیو سٹالن کے متعلق ایک عجیب رؤیا

دوسری عالمگیر جنگ جو یکم ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی تھی ۸ ، مئی ۱۹۴۵ء کو جرمن افواج کی شکست فاش اور غیر مشروط اطاعت پر اختتام پذیر ہوئی۔ اور اس طرح دنیا نے چھ سال کے اس خونین ڈرامہ کے خاتمہ پر اطمینان کا سانس لیا۔ اس جنگ کے جو نتائج ظہور پذیر ہوئے ان میں ایک زبردست انقلاب یہ ہوا کہ روس دنیا کے نقشہ پر ایک بہت بڑی طاقت بن کر ابھرا۔ مشرقی یورپ کے مشرقی برلن تک کے تمام علاقے اس کے زیرنگین آ گئے اور اس طرح پوری دنیا دو بلاکوں میں بٹ گئی۔ چونکہ روس کو یہ عظیم فتح سٹالن کی بدولت نصیب ہوئی تھی اس لئے مارکس اور لینن کے بعد سٹالن کو کمیونزم کا عظیم بانی تصور کیا جانے لگا۔ اور ایک رنگ میں سٹالن ازم خود بالشوزم کا مترادف قرار پا گیا۔ غرض ایسے زمانہ میں جبکہ سٹالن کا روس اور دنیا میں طوطی بول رہا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رؤیا میں بتایا گیا کہ سٹالن کا زوال شروع ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:-

" "مَیں نے ۲۶ ، ۲۷ ، اگست کی درمیانی رات ایک عجیب رؤیا کمیونسٹ روس کے متعلق دیکھا ہے۔ جس میں روس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے آئندہ منشاء کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے اسلام اور سلسلہ کے لئے مفید بنائے۔

"مَیں نے دیکھا کہ میں ایک کمرہ میں ہوں گھر کی بعض مستورات بھی وہاں ہیں۔ ایک عورت سفید رنگ کی ادھیڑ عمر کی کھڑی ہے اور مجھے کسی نے کہا کہ یہ موسیو سٹالن ہیں اور اس وقت میں قطعاً موسیو سٹالن کے مرد ہونے کا خیال نہیں کرتا بلکہ میں اس میں کوئی تعجب محسوس نہیں کرتا کہ موسیو سٹالن عورت کیونکر ہو گئے۔ جس نے مجھ سے اس خاتون کو انٹروڈیوس Introduce کروایا ہے اس نے یہ بھی کہا کہ یہ روس کی ملکہ ہیں۔ اس پر میں نے ان سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ کچھ روس کے متعلق ہی باتیں تھیں جو یاد نہیں رہیں بات کرتے کرتے میرے دل میں خیال آیا کہ کامل دہریت کا وجود عقلمندوں میں کم ہی ملتا ہے۔ آدھی تعلیم والے یا کم عقل والے لوگوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ اور کمیونسٹ روس کی ابتدائی تحریک میں اچھے سمجھدار لوگ بھی تھے مثلاً خود موسیو سٹالن۔ لینن وغیرہ۔ ان میں سے آخر کوئی تو پختہ عقل کا آدمی ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ پر یقین نہ ہوگا تو دل میں کبھی کبھی دھڑکن تو پیدا ہوتی ہوگی۔ اس خیال کے آنے پر مَیں نے چاہا کہ میں موسیو سٹالن یا یوں کہو کہ ملکہ سے اس بارہ میں دریافت کروں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ موسیو سٹالن یا ملکہ کی عمر چھوٹی ہو گئی ہے اور جس طرح چھوٹے بچوں سے پیار سے بات کرتے ہیں میں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اور پیار دے کر پوچھا ہے۔ مَیں تم سے ایک بات پوچھوں تم ٹھیک

ٹھیک جواب دوگی ، آگے اس لڑکی نے لڑکیوں کے انداز میں کہا کہ آپ پہلے بتائیں کہ کیا بات ہے، میں پھر اصرار کرتا ہوں کہ تمہیں پہلے یقین دلاؤ کہ تم ٹھیک ٹھیک جواب دوگی ۔ اس وقت مجھے یہ خیال ہے کہ چونکہ کمیونسٹ تحریک کی بنیاد دہریت پر ہے ۔ اس لئے اپنی نسبت یا کسی دوسرے لیڈر کی نسبت یہ تسلیم کرنا کہ اس کے دل میں خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین تھا یا اس بارہ میں تردّد کر رہا تھا اس لئے مشکل ہوگا ۔ اس لئے میں اس سے وعدہ لے لوں ۔ مگر اس نے مجھے جواب نہیں دیا اور اصرار کرتی رہی کہ آپ پہلے یہ بتائیں کہ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں ۔ اس پر میں نے اس خیال سے کہ اس وقت مناسب نہیں پھر سوال کروں گا اس بات کو چھوڑ دیا ۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ رات کا وقت ہے اور ہم سونے لگے ہیں ۔ کمرہ میں ایک چارپائی ہے ۔ میں نے اس پر اسے سونے کے لئے کہا اور زمین پر میں اور میری ایک بیوی اور کچھ اور لوگ ہیں لیٹ گئے ہیں ۔ میرے پاؤں اس چارپائی کی طرف ہیں ۔ خواب میں میں سو گیا ہوں ۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے کسی نے گھبرا کر جگایا اور کہا مو سیو سٹالن کو جسے سب روس کی ملکہ ہی خیال کرتے ہیں اور اس وقت تک عورت ہی کی شکل ہے خون کی قے آئی ہے اور حالت خراب ہے ۔ میں گھبرا کر اٹھا تو دیکھا کہ ملکہ یسٹالن نڈھال ہو کر بے ہوشی کی حالت میں پڑی ہے اس کے سرہانے اور پائنتی ہمارے گھر کی دو عورتیں بیٹھی ہیں اور ملکہ کا سانس کھڑا ہوا ہے اور حالت خطرہ والی معلوم ہوتی ہے ۔ میں اس فکر میں کہ کیا علاج کیا جائے کمرہ کے ایک طرف گیا ہوں کہ یوں معلوم ہوا جیسے مسٹر گاندھی کمرہ میں آئے ہیں اور ہمارے ساتھیوں سے کہا ہے کہ اس کی حالت خراب ہے اور یہ مر جائے گی ۔ در روسی قوم سخت غضب میں آ جائے گی کہ ہماری ملکہ کو زہر دے کر مار دیا ۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں تاکہ آپ لوگوں کے نام یہ واقعہ نہ لگ جائے ۔ اس پر میرے ایک ساتھی نے مجھ سے آ کر یہ بات کہی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا اور میں نے جلدی جلدی کوٹ اور پگڑی اٹھالی تاکہ پہن کر ہم وہاں سے چلے جائیں ۔ میں اس کمرہ سے باہر نکل کر کوٹ اور پگڑی پہننے میں لگ گیا ۔ پگڑی رات کو اتارنے کی وجہ سے کچھ پچک گئی ہے ۔ اسے مشکل سے درست کیا اور پھر اس کمرہ میں آ گیا ۔ وہاں پہنچ کر مجھے خیال آیا کہ ملکہ تو ابھی زندہ ہے ۔ اسے ایسی حالت میں چھوڑ کر اپنے بچاؤ کی خاطر چلے جانا تو اخلاق کے خلاف ہے ۔ اور میں نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو میں اس کی حالت کی درستی یا موت تک یہاں ٹھہروں گا ۔ اس عرصہ میں اس نے آنکھیں کھولیں اور نہایت نقاہت سے مجھے کہا کہ میرے لئے دودھ منگوا دیں ۔ میں نے اسے کہا بہت اچھا ۔ اور ارادہ کرتا ہوں

کہ کس کو دودھ منگوانے کے لئے بھجواؤں کہ آنکھ کھل گئی۔"

اس خواب کے متعلق حضور نے تحریر فرمایا:۔

"اس خواب میں بہت سے گزشتہ اور آئندہ امور پر روشنی پڑتی ہے۔ مگر سردست میں صرف خواب شائع کرنے پر اکتفا کرتا ہوں خدا کرے اسلام اور سلسلہ کے لئے مفید ہو۔"

(الفضل یکم ستمبر ۱۹۴۵ء)

اس رؤیا کی صداقت اپنے ظاہری رنگ میں اس طرح پوری ہوئی کہ اس کی اشاعت کے بیس دن کے اندر اندر مارشل سٹالن کی بیماری کی خبریں اخبارات میں آنی شروع ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ روس آہنی پردہ کے پیچھے تھا۔ اور صحیح خبروں کا معلوم ہونا آسان نہیں تھا مگر تاہم جب اکتوبر میں روسی انقلاب کی سالگرہ جیسی اہم تقریب میں مارشل سٹالن نے شرکت نہ کی تو اس پر بیرونی دنیا میں بہت چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور اسے ایک سربستہ راز قرار دیا گیا۔ چنانچہ "نیو یارک ٹائمز" کے حوالہ سے "سٹیٹسمین" نے ۱۳ر دسمبر کو ایک مضمون بعنوان "سٹالن کا راز ابھی تک نہیں کھلا" لکھا:۔

"ایک قیاس یہ ہے کہ اسے ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اسے کلیۃً حقیقی آرام کی ضرورت ہے اور وہ ان کے مشورہ پر عمل کر رہا ہے۔ ایک دوسرا قیاس یہ ہے کہ اسے خود اس امر کا احساس ہے کہ اس کا جسم اور دماغ بالکل تھک چکے ہیں اور وہ ان تمام عہدوں کو دوسروں کے سپرد کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ جو اس نے اثنائے جنگ میں سنبھال لئے تھے۔"

اس کے علاوہ پریس میں سٹالن کے مختلف عوارض کا تذکرہ ہونے لگا اور اس کے جانشین کا موضوع بھی خوب زیر بحث آنے لگا۔ بہر حال اس رؤیا کا ایک واقعاتی ظہور اسی وقت ہو گیا۔ اور باوجود روسی پریس اور ریڈیو کی پردہ پوشی کے یہ بات واضح ہو گئی کہ سٹالن ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مگر اس رؤیا میں اس امر کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا تھا کہ اب سٹالن کا زوال شروع ہونے والا ہے اور روس میں اس کے خلاف ایک رَو ابھر رہی ہے۔ چنانچہ اس کا واضح ثبوت سٹالن کی موت کے بعد ہوا۔ سٹالن کی موت ۵ر مارچ ۱۹۵۳ء کو ہوئی۔ اور اس کے بعد مالنکوف روس کا لیڈر رہا۔ چنانچہ سٹالن کی موت کے بعد ہی اس کے خلاف ایک شدید ردّ عمل ظہور میں آیا۔ اور خود اس کے جانشین نے اس کے خلاف زبردست باغیانہ تحریک کردی ۔

"طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے۔" (مسیح موعودؑ)

دَورِ نَو

(مکرم جناب تسیم سیفی صاحب ربوہ)

کچھ نئے دَور ڈھل رہے ہیں یہاں انقلابات پل رہے ہیں یہاں

منزلوں کی ہے کچھ لگن ایسی خود بخود لوگ چل رہے ہیں یہاں

سوز و سازِ حیات اتنا بڑھا موت کے پر بھی جل رہے ہیں یہاں

مہر و ماہ و نجوم و لالہ و گُل دل کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں یہاں

نغمہائے نمودِ صبحِ وطن سازِ شب سے نکل رہے ہیں یہاں

ایک قطرہ نہ تھا نصیب جنہیں ان کے ساغر اُبل رہے ہیں یہاں

چشمِ بینا نہ جن کو دیکھ سکے، ایسے جلوے مچل رہے ہیں یہاں

تو بھی کچھ کچھ بدل کے دیکھ تسیم
لوگ ہر دم بدل رہے ہیں یہاں

ایک علمی شہادت

(از مکرم شیخ عبد الوہاب صاحب لاہور)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۳ء میں عبد اللہ آتھم سے بمقام امرتسر (حال بھارت) ایک مناظرہ فرمایا تھا۔ جس میں آتھم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زندہ خدا سے الہاماً اطلاع پاکر بطور پیشگوئی اعلان فرمایا کہ اگر آتھم نے پندرہ ماہ کے اندر اندر رجوع الی الحق نہ کیا تو وہ اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچ نہ سکے گا۔ یہ پیشگوئی مشروط تھی۔ جس کا اعلان حضور نے ۱۸۹۳ء میں فرمایا۔ چونکہ آتھم نے مقررہ میعاد کے اندر رجوع الی الحق کیا۔ اس لئے وہ اس وقت اللہ تعالےٰ کی سزا اور گرفت سے بچ گیا۔ اللہ تعالےٰ کے اس نشان پر مخالفین نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے شور اور استہزا کیا کہ خدانخواستہ حضور علیہ السلام کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی کی وضاحت میں ایک اشتہار بھی شائع فرمایا۔ ظاہر ہے کہ وعیدی پیشگوئی ہمیشہ مشروط ہوتی ہے۔ لہٰذا رجوع الی الحق کی صورت میں اس وقت عین اسی کے مطابق آتھم سے سلوک فرمایا اور واضح شرط کے مطابق اسے مہلت دے دی۔ بعد ازاں آتھم نے اخفاءِ حق کیا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر اس پر آنے والی خدائی گرفت کے متعلق پھر پیشگوئی فرمائی۔ اور اس کے لئے ایک سال کا عرصہ مقرر کیا اور فرمایا وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ حضور کی پیشگوئیوں کے بموجب آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فیروزپور میں لقمۂ اجل ہو گیا۔

حال ہی میں خاکسار کو اس سلسلہ میں ایک علمی شہادت کا علم ہؤا ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آتھم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی وجہ سے کس قدر خائف تھا اور توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ اور یہ کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے عذاب سے (معینہ مدت کے اندر) نجات حاصل کی۔ جس شہادت کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ اس وقت کی ہے کہ جب آتھم حضور کی پیشگوئی شائع ہونے کے بعد فیروزپور شہر (حال بھارت) میں اپنی ساس کے گھر میں مقیم تھا اور جو حال ہی میں محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی تقریر کے دوران مسجد احمدیہ دار الذکر لاہور میں بیان فرمائی تھی۔ وہ روایت یوں ہے:۔

"تقریباً ۱۸۹۴ء میں ایک صاحب ایم۔ ای۔ ایس کے محکمہ میں بطور ایس ڈی۔ او ملازم تھے اور

فیروز پور میں متعین تھے۔ ان ایام میں انہوں نے اپنے بنگلہ پہ ایک مالی ملازم رکھا ہوا تھا۔ ایک دن جمعہ کا روز تھا کہ مالی ان سے چھٹی کا طالب ہوا تا اس دوران جمعہ کی نماز ادا کر سکے۔ ایس۔ڈی۔او صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ خود چونکہ اس زمانہ میں نمازیں ادا نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ایک غریب اور کم حیثیت آدمی کا نماز کے لئے رخصت طلب کرنا ان کے دل پر گہرا اثر چھوڑ گیا۔ چنانچہ انہوں نے مالی سے سوال کیا کہ تم نماز کہاں ادا کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ نزدیک ہی ایک مکان کا چوبارہ ہے۔ میں وہاں نماز ادا کروں گا۔ چنانچہ ایس۔ڈی۔او صاحب کو اس جواب نے اور بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اور انہوں نے اس مخلص اور نیک مالی سے دریافت کیا کہ تم کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ مالی نے بتایا کہ وہ احمدی ہے اور جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ایس۔ڈی۔او صاحب پر اس جواب کا اثر بھی ہوا اور حیرانگی بھی۔ کہ یہ ایک اَن پڑھ آدمی ہے اس نے کیا دیکھا اور پرکھا کہ احمدی ہوگیا۔ چنانچہ ایس۔ڈی۔او صاحب نے مزید معلومات اور دلچسپی کی غرض سے مزید دریافت کیا کہ تم اَن پڑھ ہو تم نے کیا دیکھا کہ احمدی ہوگئے۔ ہمارے بھائی (مالی) نے جواب دیا کہ میں ایک عیسائی (یعنی آتھم کی ساس) کے گھر بطور مالی ملازم تھا۔ ان دنوں میں اس عیسائی کے گھر ایک آدمی آیا ہوا تھا (یعنی آتھم۔ناقل) اور جس دوران مالی اس کوٹھی پر کام کرتا وہ آدمی باہر آکر ٹہلتا اور اِدھر اُدھر گھومتا رہتا۔ اور اس دوران خود ہی ٹہلتے ٹہلتے بڑبڑاتا کہ "میں نے تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو کچھ بھی نہیں کہا۔ پھر مجھے یہ سانپ کیوں کاٹتے ہیں اور ایسے خواب کیوں آتے ہیں۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔" مالی کا بیان ہے کہ میں کئی دن آتھم کو اسی طرح کی باتیں کرتا دیکھتا رہا۔ میں حیران ہوتا تھا کہ یہ شخص کیا پاگل ہے یا کیا بات ہے کہ ایسے خود ہی بولتا رہتا ہے۔ آخر ایک دن میں نے آتھم کی ساس سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں اور انہیں کیا ہوگیا ہے۔ اس عیسائی عورت نے بتایا کہ یہ میرا داماد آتھم ہے اور اس کے متعلق مرزا قادیان والے (یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے پیشگوئی کی ہے۔ اور اس کے ڈر اور خوف سے یہ اس طرح بولتا ہے۔ جس پر میں نے (یعنی مالی نے) اس عورت سے کہا کہ "اگر مرزا صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) اس رنگ میں غیب کی باتیں جانتے ہیں اور یہ ان سے ڈرتے ہیں۔ تو ان سے جا کر یہ (آتھم) معافی کیوں نہیں مانگ لیتے۔" اس پر اس عورت نے بہت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسی وقت تنخواہ کا حساب کرکے مجھے ملازمت سے فارغ کردیا۔ چنانچہ میرے (یعنی مالی کے) دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ جس شخص نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے اس میں ضرور کوئی بات ہے اور یہی چیز میری فلاح کا موجب

بن گئی اور میں احمدی ہو گئی۔

ایس۔ ڈی۔ او صاحب فرماتے ہیں کہ مالی کی مذکورہ بالا بات ان کے دل پر بھی گہرا اثر چھوڑ گئی کہ ایک اَن پڑھ نے اس واقعہ سے سبق حاصل کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۳۔ ایس۔ڈی۔او صاحب بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں اور اس وقت لاہور میں مقیم ہیں اور پھر یہ بھی ایک نشان ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد قبولِ حق کی نعمت سے وہ خود بھی متمتع ہوئے۔ پہلے ان کے فرزند نے امیر محترم کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ اللہ تعالیٰ ایس۔ڈی۔او صاحب پر اپنے بیش بہا فضل نازل فرمائے اور انہیں اس روایت کے پہنچانے کا بھی اجرِ عظیم عطا کرے۔ اور ان کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو آمین

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

نشانات سے فائدہ اُٹھانا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ نشان عقلمندوں کے لئے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے نشان نہیں ہوتے جو عقلمندی سے کوئی حصہ نہیں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو اور وہ فضل نہ کرے تو خواہ کوئی ہزاروں ہزار نشان دیکھے ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ پس جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ نشانات گزشتہ سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے ہم آئندہ کے لئے کیا امید رکھیں۔ نشانات کا ظاہر ہونا ہمارے اختیار میں تو نہیں ہے اور نشانات کوئی شعبدہ باز کی چابکدستی کا نتیجہ تو نہیں ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرضی پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہتا ہے نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ۶)

انصار اللہ توجہ فرمائیں

تحریکِ جدید سے تعاون کرنے والوں کیلئے بشارت

یوں تو تحریکِ جدید کے آغاز میں ہی سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جماعت کی جملہ ذیلی تنظیموں کو تحریکِ جدید سے بھرپور تعاون کرنے کی تلقین فرمائی تھی مگر انصار اللہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۶۸ء سے تحریکِ جدید کے لئے حسب ذیل الفاظ میں خصوصی طور پر مکلّف فرمایا ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں :-

"دفتر دوم کی ذمہ داری آج میں انصار اللہ پر ڈالتا ہوں ..... اور میں حکم دیتا ہوں کہ انصار اپنی تنظیم کے لحاظ سے جماعتوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں۔"

ہمارے انصار بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تحریکِ جدید سے کماحقہ تعاون کرنے والوں کے لئے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے ایک بشارت کا اظہار کیا گیا ہے جس سے مستفیض ہونا انصار اللہ کے لئے برکتوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ فرمایا :-

"ہمارے سیکرٹری اگر اخلاص اور مذہبی جنون سے کام لیں تو یہی عہدے ان کو ولی اللہ بنا سکتے ہیں۔"

اس بشارت سے مستفیض ہونا انصار اللہ کی مساعی پر منحصر ہے۔ لہٰذا انصار اللہ کے عہدہ داران کو چاہیئے کہ اپنی اس ذمہ داری کا پورا پورا احساس رکھتے ہوئے تحریکِ جدید سے پورا پورا تعاون کر کے اللہ تعالےٰ سے اس کے خاص فضلوں کے وارث بنیں۔ (قائد تحریکِ جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصار کا پروگرام

قیادت اصلاح و ارشاد کی خواہش ہے کہ ماہ اپریل کو وقفِ عارضی کا مہینہ منایا جائے اور ہر مجلس کم سے کم اپنے نصف انصار اس مفید تحریک میں شامل کرنے کی سعی کرے اور ان سے وقفِ عارضی کے فارم پُر کروا کے مرکز میں بھجوا دے۔ (قائد اصلاح و ارشاد انصار اللہ مرکزیہ)

محاسبۂ نفس

قیادت تربیت انصار اللہ مرکزیہ نے امسال کے لئے جو لائحہ عمل مرکزی مجلس سے منظور کرایا ہے۔ اس میں ایک شق تربیت کے سلسلہ میں یہ رکھی گئی ہے کہ "انصار احباب قرب الٰہی کے لئے مندرجہ ذیل امور کے لئے خاص طور پر کوشاں رہیں گے (الف) اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں (ب) تہجد کی ادائیگی کے لئے کوشش کریں۔ (ج) ذکر الٰہی سے ہر وقت اپنے دل کو معمور رکھیں اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک تسبیح و تحمید اور درود و استغفار پر تندہی سے کاربند رہیں۔"

انصار اپنے محاسبہ میں دیکھیں کہ اس امر کی طرف ان کی توجہ ہے۔ اگر توجہ ہے تو کیا عملی طور اس میں قدم ترقی کی طرف ہے؟　　　(قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ کے چندہ کی نئی شرح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے چندہ مجلس کی شرح نصف پیسہ فی روپیہ سے بڑھا کر ایک پیسہ فی روپیہ مقرر فرما دی ہے۔ مجلس کی طرف سے اس نئی شرح کے ساتھ نئے سال کے بجٹ کی تشخیص کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے مگر ابھی بہت سی مجالس ایسی ہیں جنہوں نے نئی شرح کے ساتھ سال رواں (۱۹۷۲ء) کے لئے بجٹ فارم مکمل کر کے مرکز میں نہیں بھجوائے۔ عہدہ داران سے درخواست ہے کہ اس ضروری کام کی طرف جلد توجہ دی جائے۔ تاکہ بجٹ کے بعد وصولی کی طرف توجہ دی جا سکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

بقایا دار مجالس کے عہدہ داران توجہ فرمائیں

ابھی تک بعض مجالس بقایا دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء کو پورا کرنے کے لئے کوئی کوشش کی جائے اور پھر اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ ڈالے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ضرورت صرف تھوڑی سی توجہ اور صحیح خطوط پر کوشش کی ہے۔　(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

دور اول میں اسلام کے دنیا میں غالب آنے کی وجہ

صحابہؓ کے دلوں کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

''لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ (صحابہ کرامؓ کی) دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں ۔ ان کی اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا ۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو ان کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو وہ یقیناً زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے ....

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے اہل الرائے تھے ۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی ۔ وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی ۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام آراء اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا ۔ ان کا اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپؐ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے ۔ اگر ان میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے''

(الحکم ۱۹۰۱ء نمبر ۵)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔